بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانو!
اپنے مقدّسات
کے تحفظ کی خاطر اٹھو!

شیخ اسامہ بن محمد بن لادن حفظہ اللہ

کا عید الفطر کے اجتماع سے خطاب

(شوال ۱۴۲۰ھ - جنوری ۲۰۰۰ء قندھار، افغانستان)

مترجم: حافظ عمّار صدّیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانو!......اس شخص کی بات غور سے سنو......

جس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمہارے ہی فائدے کی بات کر رہا ہے

اس کے دعوے کو اس کے دلائل پر پرکھو

اگر یہ غلط ہوں تو تمہیں یہ حق ہے کہ اسے غلط کہو

لیکن اگر یہ دلائل درست ہوں تو پھر یہ اُس کا حق ہے کہ تم اس کا ساتھ دو!

اگر تم اس کے دوستوں کو نہیں جانتے تو دیکھو کہ اس کا دشمن کون ہے؟ کیونکہ چیزیں اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں!

کیا تم یہ جانتے ہو کہ امت کے بارے میں یہ شخص کیا سوچتا ہے؟

کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس شخص کے دشمن کے عزائم خود تمہارے بارے میں کیا ہیں؟

کیا تم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ صلیبی صیہونی حملوں کے خلاف تمہاری طرف کے مورچے کس نے سنبھال رکھے ہیں؟ باطل کے تیروں کا رخ کس طرف ہے؟

جو لوگ تمہیں باطل سے مذاکرات کی دعوت دے رہے ہیں...... جو باطل کو اپنے بے ضرر ہونے کی سند دے چکے ہیں، اُن سے پوچھو کہ ''امت کو ذلت سے نکالنے کے لئے تمہارے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟ ...... یہود و نصاریٰ کی گولیوں کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟''......ان سے شرعی دلیل مانگو!

مسلمانو!

اللہ کی کتاب کھولو......اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوے اور سلفِ صالحین کے منہج کو سمجھو......حق کو پہچانو......حق والوں کو خود ہی پہچان جاؤ گے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہء اُولیٰ

یقیناً تمام تعریف کی مستحق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ہم اسی کی تعریف بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اوراسی سے مغفرت و ہدایت طلب کرتے ہیں۔ہم اپنے نفسوں کے شراور اپنے اعمالِ بد کے برے نتائج سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والانہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والانہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اوررسول ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o (اٰل عمران:۱۰۲)

﴿اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اورتم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو﴾

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًاo (النسآء:۱)

﴿لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتوں اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

(الاحزاب:۷۱۔۷۰)

﴿اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کیا کرو۔ (اس کے صلے میں) وہ تمہارے سب اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو کوئی بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً وہ بڑی کامیابی پا گیا﴾

امّا بعد! آج امّتِ مسلمہ پر عید ایک بار پھر لوٹ آئی ہے۔ عید کا یہ مبارک دن ہم پر بھی اپنی تمام تر خوشیوں سمیت طلوع ہوا ہے۔ حق تو یہ تھا کہ امّت کا ہر فرد اس خوشی میں برابر کا شریک ہوتا، مگر افسوس کہ یہ عید اپنے دامن میں بہت سی خوشیوں کے ساتھ ساتھ بے پناہ غم بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ امّتِ مسلمہ آج سنگین مسائل سے دوچار ہے۔

یہ عید ماہِ جہاد کے بعد آئی ہے...... ماہِ قرآن کے بعد آئی ہے...... رمضان کے مبارک مہینے...... ماہِ صیام و قیام اور ماہِ تقویٰ کے بعد آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ:۱۸۳)

﴿اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پچھلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، توقع ہے کہ اس سے تم میں تقویٰ پیدا ہو گا﴾

اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ مبارک مہینہ عطا کیا تا کہ ہم تقوے میں آگے سے آگے بڑھ سکیں۔

تقویٰ ہمیں شریعت کے احکام کی پابندی اوراس عظیم دین کے حقوق ادا کرنے کی طاقت عطا کرتا ہے۔تقوے کے بغیر ہمارے لیے سیدھی راہ پر قائم رہنا ہرگز ممکن نہیں۔ اس دین کے احکامات بڑے زبردست اور بھاری ہیں، مگر اللہ جس سے محبت رکھے اس کے لیے ان احکامات پر عمل کرنا آسان بنا دیتا ہے......اوراس دین کے بعض احکامات تو ایسے ہیں جو انسانی طبیعت پر انتہائی شاق گزرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَ هُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ وَ عَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡئًا وَّ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ وَ اللّٰهُ يَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ٥ (البقرة: ٢١٦)

﴿تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار گزرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو، اور ہوسکتا ہے کہ تمہیں ایک چیز پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بری ہو۔اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے﴾

جہاد اسلام کا افضل ترین عمل ہے، جس کے لئے (حدیث میں) ذِرْوَةُ سِنَامِ کے الفاظ آئے ہیں......اور یہ عمل وہی شخص کرسکتا ہے جسے اللہ توفیق بخشے اور تقویٰ کے مراتب پہ فائز کرے، اسی لیے ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی متقین میں شامل فرمائے!

آج، جب ہم یہاں بیٹھے عید منا رہے ہیں تو ہمارے ہی بہت سے مسلمان بھائی مقبوضہ فلسطین میں اپنی عید گزار رہے ہیں۔اسی طرح عید کا یہ دن لبنان، عراق، سوڈان اور صومالیہ کے رہنے والوں پر بھی طلوع ہوا ہے۔ یہ عید بوسنیا اور شیشان میں بھی منائی جا رہی ہے......

اور آپ کو کیا معلوم کہ ہمارے شیشانی بھائیوں کی عید کن حالات میں گزر رہی ہے؟! وہ ایک ایسی سرزمین پر عید منا رہے ہیں جو گولہ بارود کے دھماکوں سے بری طرح لرز رہی ہے...... جہاں صبح و شام معصوم لوگوں پر ہوائی جہازوں سے آگ برسائی جارہی ہے......ایسے کمزور اور بے بس لوگوں پر جن کا اللہ کے سوا کوئی سہارا اور کوئی دفاع نہیں...... جہاں تمام عالمِ کفر، اسلام اور اہلِ اسلام کو مٹانے کے لیے کمر کس چکا ہے......شہر اور قصبے تباہ اور گھر مسمار کیے جارہے ہیں......معصوموں کا لہو پانی کی طرح بہایا جارہا ہے......عزتیں لوٹی جارہی ہیں......آہ......کہ آج دنیا میں مسلمانوں کے خون سے ارزاں کوئی شے نہیں، **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ**! مسلمانوں کے زخم گہرے ہیں...... بہت گہرے! یہ زخم امّت کے جسم پر جا بجا لگے ہوئے ہیں......

لیکن آج امّت کا سب سے گہرا گھاؤ وہ ہے جو دشمنوں نے اس کے مقدس ترین مقام، اللہ کے گھر......بیتِ عتیق......خانہءکعبہ کی سرزمین پہ لگایا ہے......اس سرزمین پہ جہاں ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ اس سے پہلے ہماری ہی غفلتوں اور اغیار کی سازشوں نے ہم سے ہمارا قبلۂ اول اور واقعۂ معراج کی یادگار، مسجدِ اقصیٰ چھنوائی۔ آج صلیبی صیہونی اتحاد ہمارے دوسرے مقدس مقام، سرچشمہءاسلام، سرزمینِ حجاز میں اپنے ناپاک پنجے گاڑ چکا ہے۔ اور یقیناً ہمارے پاس اللہ بزرگ و برتر کے سوا کوئی بچاؤ اور قوت نہیں۔ بلاشبہ ہمارے باقی زخم بھی رس رہے ہیں، لیکن سرزمینِ مکہ و مدینہ پر لگنے والا یہ گھاؤ سب سے زیادہ تکلیف دہ، اور سب سے زیادہ ہیبت ناک ہے۔

اس سرزمین کی عظمت سے کون واقف نہیں؟ یہاں خانہءکعبہ ہے، دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ، جو لوگوں کے لئے بنائی گئی! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس مبارک گھر کی تعمیر کے لیے ایک صاحبِ عزم ہستی ابوالانبیاءؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چنا...... کیوں؟ اس لئے کہ ربّ العزت اپنے اس گھر کی عزت وتوقیر کو

ظاہر فرمانا چاہتا تھا، چنانچہ اس گھر کی تعمیر معماروں اور مزدوروں کے بجائے دو معزز ترین نبیوں سے کروائی۔ اس گھر کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری پنجگانہ نمازیں اس وقت تک قبول نہیں ہوتیں جب تک اس کی طرف رخ نہ کرلیا جائے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر آج تک......اس امّت کی پوری تاریخ میں، ہم پر کبھی اتنی بڑی مصیبت نہیں ٹوٹی۔ کفار کو کبھی بھی یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ وہ اللہ کے گھر کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں۔ البتہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عیسائیوں نے ایک بار ایسا کرنے کی کوشش کی تھی۔ تب کفر کا سرغنہ ابرہہ، ساٹھ (٦٠) ہزار کا لشکر لے کر نکلا تھا تاکہ اللہ کے گھر کو (نعوذ باللہ من ذٰلک) تباہ کیا جاسکے۔ اہلِ عرب جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں تھے مگر کعبہ شریف کی تعظیم ان چند چیزوں میں سے تھی جو دینِ ابراہیمؑ کی یادگار کے طور پر ابھی تک اُن کے ہاں باقی تھیں۔ چنانچہ جب عیسائیوں کے لشکر نے پیش قدمی کی تو کئی عرب قبائل، باوجود اس کے کہ وہ خود جاہلیت کے پیروکار تھے، ان فوجوں کا راستہ روکنے کے لیے میدان میں آ گئے۔ ان قبائل نے اپنے وجود کو محض خانہء کعبہ کے دفاع کی خاطر خطرے میں ڈالا، لیکن اللہ کو کچھ اور منظور تھا۔ ابرہہ کے لشکر نے ان قبائل کو کچل ڈالا اور آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ طائف تک پہنچ گیا۔

اب ابرہہ کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو اسے کعبہ تک کا رستہ دکھائے، وہاں اسے ملا بھی تو کون؟......زمانے کا ایک بد بخت ترین آدمی، جس نے غاصبوں کو بیت اللہ تک پہنچانے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ اس شخص کا نام ابورغال تھا۔ اس نے اللہ کے گھر کے خلاف ناپاک عزائم لے کر آنے والوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ کتنا برا تھا یہ رہنما......جس نے ایسی ذلّت کمائی۔ اللہ عزوجل نے مکہ اور طائف کے درمیان ہی اس ظالم پہ موت مسلط کر دی......لیکن مرنے کے بعد بھی لوگوں کی نفرت سے اس ملعون کی جان کہاں چھوٹنے والی تھی......

چنانچہ انہوں نے ابورغال کی قبر پر پتھر برسانے کی رسم جاری کر دی تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور آئندہ کوئی بھی شخص کعبۃ اللہ کے خلاف کسی سازش میں شریک ہونے کی جرأت نہ کرے۔ جاہلیت زدہ ہونے کے باوجود لوگوں نے اس طرح کعبے کی پاسبانی کی۔

ابھی ابرہہ ملعون کا لشکر آگے بڑھنے کی کوششوں میں تھا کہ ہمارے قہار و جبار ربّ نے ایک معجزہ دکھانے کا فیصلہ کیا۔لشکر کے ہاتھیوں نے اپنے طرزِعمل سے دنیا والوں کے سامنے اس امر کی شہادت دی کہ یہ گھر اللہ کا گھر ہے......اور اس گھر کی تعظیم کرنا واجب ہے، چنانچہ اپنے ربّ کی عظمت اور جلال کے باعث ہاتھی زمین پر بیٹھ گئے۔یہ بے زبان جانور بھی جانتے تھے کہ اس گھر کی حرمت کس قدر ہے۔انہیں مارا گیا، نیزوں سے کچوکے دیے گئے،مگر وہ کسی بھی طرح اللہ کے گھر کی طرف ......ایک قدم تک بڑھانے کے لئے تیار نہ ہوئے، کیونکہ وہ اس گھر والے کی عظمت سے واقف تھے۔

عبدالمطلب نے خانہ ءکعبہ کے دفاع کی ٹھانی،مگر دفاع کیسے ممکن ہوتا جب کہ ایک طرف ساٹھ (۶۰) ہزار کا لشکر تھا اور دوسری طرف اہلِ مکہ کی کل آبادی ہی اس وقت چند سو تھی۔ چنانچہ وہ بیت اللہ سے چمٹ گئے اور لگے اللہ کے دربار میں آہ وزاری کرنے۔رو رو کر دعائیں مانگیں کہ اے اللہ! تو ہی اپنے گھر کی حفاظت فرما!اس کے بعد یہ سب قریش والے اپنے چھوٹوں بڑوں کو لے کے حرم کی قریبی پہاڑیوں پہ چڑھ گئے......یہ دیکھنے کے لئے کہ اب ہوتا کیا ہے؟

عزت وجلال والے ربّ نے اس موقع پر اپنی ایک اور عظیم نشانی نازل فرمائی۔اللہ نے پرندوں کے جھنڈ اس گھر کے دفاع کے لیے بھیجے۔مقابلہ اہلِ ایمان اور کفار کا نہیں،مشرکینِ قریش اور اہلِ کتاب عیسائیوں کا تھا،مگر خانہ ءکعبہ ایسی عظمت والا مقام ہے کہ اللہ نے پھر بھی ابابیلوں کو بھیج کر اس گھر کا دفاع کیا اور ساٹھ (۶۰) ہزار عیسائیوں کے لشکر کو چند پرندوں کے ہاتھوں مروا ڈالا۔ان میں سے ہر ایک ظالم چن چن کر مارا گیا، اللہ ایسوں کے لئے

پروا بھی نہیں فرماتا کہ وہ کس وادی میں گر کر ہلاک ہوتے ہیں۔

ربِّ کعبہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے اسی متعلق ایک سورۃ نازل فرمائی جس کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی جسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں گے۔ اس مبارک سورۃ، یعنی سورۃ الفیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ربِّ ذوالجلال اپنے گھر کے بارے میں کتنا غیرت مند ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ ہمیں پیغام دیتی ہے کہ اللہ کے گھر کے خلاف سازش کرنے والوں کا انجام بہت بھیانک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ (الفیل: ۲-۱)

﴿ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے ربّ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے اُن کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا؟ ﴾

یقیناً ایسا ہی ہوا! اللہ نے ان کی ساری چالیں ناکام کر دیں اور بیت اللہ کو خراش تک نہ آئی۔

یہ ایسی عظمت والا گھر ہے کہ اس کی خاطر اللہ تعالیٰ شوکت وقوت والی ایک پوری فوج تباہ کر ڈالے گا، جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ...... يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِهِمْ

((قیامت کے قریب اللہ کے گھر کو گرانے کے لئے) ایک لشکر کعبے پر چڑھ آئے گا...... اوّل سے آخر تک یہ سب لوگ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے)

(پوچھا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!)

......فِيهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ

(......اُن میں تو ان کے بازار (اور بازار والے یا راہ چلتے لوگ) بھی ہوں گے اور وہ بھی جو اُن میں سے نہیں ہوں گے (یا جنہیں زبردستی نکلنے پر مجبور کیا گیا ہوگا))

قَالَ: يُخْسَفُ بِاَوَّلِهِمْ وَ اٰخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر قیامت کے دن یہ سب اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے)

(بخاری: کتاب البیوع ،باب ما ذکر فی الأسواق. مسلم: کتاب الفتن و أشراط الساعة)

دیکھ لیجئے اس گھر کے خلاف سازش کرنے والوں کی ہم نشینی کا انجام! دیکھ لیجئے اس گھر کے دفاع سے ہاتھ کھینچنے کا انجام! اگر آپ کو مجبور کیا جا رہا ہو تب بھی ایسوں کا ساتھ دینے کا نتیجہ یہی ہوگا۔ بے شک اس محترم گھر کے دشمنوں کے ساتھ چلنے والا زمین میں دھنسا دیے جانے کا مستحق ہے۔ ہم ایسی رسوائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

الغرض ہاتھی والوں کے عبرت ناک انجام کے بعد امّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ تاریخ میں دوبارہ کوئی ابورغال پیدا نہیں ہوا...... لیکن آج ایک مرتبہ پھر اللہ کو ہمارا امتحان مقصود ہے...... وہ ہمارے ایمان کو آزمانا چاہتا ہے...... یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اس کے گھر کے دفاع کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور کون بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے؟

...... **چنانچہ آج امّت کو ایک بار پھر ابورغال** اور اولادِ ابورغال کا سامنا ہے۔ یہ لوگ مکہ و مدینہ کی سرزمین کو اُجاڑنے کے درپے ہیں...... یہ اس لیے اٹھے ہیں کہ یہاں ہر طرف امریکی اڈّوں کا جال بچھ جائے...... یہ پاک مٹی ان کے ٹینکوں تلے روندی جا سکے۔ آج یہ مقدس زمین امریکی فوجیوں کی چراگاہ اور یہود و نصاریٰ کی صاحبزادیوں کی تفریح گاہ بن چکی ہے...... یہ ناپاک وجود اُس زمین کو اپنے پیروں تلے روند رہے ہیں، جو ہمارے محبوب حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش ہے، جہاں جبریلؑ امین آسمان سے وحی لے کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے تھے۔

اس سرزمین کی شان اتنی بلند ہے کہ اللہ کے نزدیک دنیا کا سب سے محبوب علاقہ بھی یہی ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے......اور آپ کیا جانیں کہ یہاں واقع بیت اللہ، اللہ کے نزدیک کتنی عظمت کا حامل ہے؟ اللّٰہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں ہمیں اپنی عبادت کا حکم دیا ہے، مگر کئی حکمتوں کی بنا پر سورۃ القریش میں یہ حکم بیت اللہ العتیق کے ذکر کے ساتھ دیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ o الَّذِىْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ o (القریش:۳۔۴)

﴿پس انہیں چاہیے کہ اس گھر کے ربّ کی عبادت کریں، جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو عطا کیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا﴾

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی عزت وعظمت کے اظہار کے لیے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (ابراهیم: ۳۷)

﴿(میں نے اپنی کچھ اولاد) اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس (بسائی ہے)﴾

یہ تو ممکن نہیں کہ اس مختصر سے خطبے میں اس گھر کے تمام فضائل کا احاطہ کیا جا سکے، بس اجمالاً یہ کہ اس گھر کی شان، اہمیت اور عظمت کو ذہنوں میں راسخ اور دلوں میں پیوست کر لینا چاہیے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بدنصیبوں کا تذکرہ کرتے ہوئے

فرمایا:

اَبۡغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلاَ ثَۃٌ: مُلۡحِدٌ فِی الۡحَرَمِ......

(بخاری: کتاب الدیّات)

(اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین آدمی تین ہیں: (پہلا ان میں) وہ شخص (ہے) جو حرم میں الحاد (زیادتی) کا مرتکب ہو......)

حرم میں (معمولی سا) گناہ (یا اس کا ارادہ) کرنے کو بھی ''الحاد'' کہا گیا ہے، حالانکہ ''الحاد'' کتنی سخت چیز ہے۔ بیت اللہ العتیق میں......اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حرم میں ...... گناہ اور نافرمانی کے ارتکاب پر کئی گنا سخت پکڑ ہوتی ہے، کیونکہ جس طرح حرم میں نیکیوں کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے، جیسے ایک رکعت ایک لاکھ رکعات کے برابر ہو جاتی ہے، اسی طرح یہاں ایک معمولی سا گناہ بھی کئی گنا شدت و سنگینی کا حامل بن جاتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کب تک مسلمان اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نصرت اور اس کے گھر کے دفاع سے غافل ہو کر بیٹھے رہیں گے؟ دنیا بھر کے اہلِ ایمان آخر کب اُٹھیں گے؟ ......کب صلیبیوں اور صیہونیوں کی نجاست سے اس مقدّس زمین کو پاک کریں گے؟ یہ تو اللہ ربّ العزت کا حکم ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ فَلاَ یَقۡرَبُوا الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ بَعۡدَ عَامِھِمۡ ھٰذَا (التوبۃ: ۲۸)

﴿اے ایمان والو! مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں! پس وہ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں﴾

کیا مسلمان یہ بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے مرض

الموت میں ایسا ہی حکم صادر فرمایا تھا۔ایک حدیث میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا:

یَوۡمُ الۡخَمِیۡسِ وَ مَا یَوۡمُ الۡخَمِیۡسِ!

(جمعرات کا دن، ہائے جمعرات کا دن!)

پھر آپؓ اتنا روئے کہ آپؓ کے آنسوؤں سے زمین کی کنکریاں بھیگ گئیں......پھر آپؓ نے فرمایا:

اِ شۡتَدَّ بِرَسُوۡلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَجَعُہٗ

(اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی)

اوراسی بیماری کے عالم میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی کہ:

اَخۡرِجُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ مِنۡ جَزِیۡرَۃِ الۡعَرَب

(مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو) **(بخاری: کتاب الجهاد و السیر)**

قیامت کے دن جب ان احکامات کے بارے میں پوچھا جائے گا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ یومِ حساب میں اللہ کا سامنا کرنے کے لیے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ کیا ہم یہ بہانہ بنائیں گے کہ ہم مستضعفین تھے؟......بے بس تھے؟ اللہ تو ہمارے دلوں تک کے احوال سے باخبر ہے! یہ امّت آج تباہی و بربادی کی تاریک اور گہری کھائی کے کنارے کھڑی ہے!

امریکی افواج کو سرزمینِ مکہ و مدینہ میں داخل ہوئے دس (۱۰) سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہءاسراومعراج کی یادگار،قبلہءاوّل پر یہود کا قبضہ ہوئے تقریباً ستّر (۷۰) سال ہونے کو ہیں......ہم اس ذلت و غلامی کے دور میں جی رہے ہیں! اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم کتاب اللہ کی طرف واپس لوٹیں،اسی سے اپنی

بربادی کے اسباب اور اپنے امراض سمجھیں ،اسی سے راہ نجات معلوم کریں ۔اس کتاب سے پوچھیں کہ کیوں ہم اس حال کو پہنچے کہ اللہ کے گھر......اس عظمت والے گھر ،جس کا پروانہ وار طواف کیے بغیر ارکانِ اسلام کا ایک بنیادی رکن مکمل نہیں ہوتا......کیوں ہم اس کی حفاظت میں ناکام رہے؟

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن پر غور وفکر شروع کریں، کیونکہ یہی وہ جامع ہدایت نامہ ہے جو ہر معاملے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ (الانعام:۳۸)

﴿ہم نے کوئی چیز نہیں چھوڑی (جس کا تذکرہ) اس کتاب میں نہ ہو﴾

یہ کتاب بڑی وضاحت سے ہمیں بتاتی ہے کہ قتال سے منہ پھیرنا اور دنیا کی محبت میں غرق ہونا ہی ہماری مشکلات اور ہماری ذلت وخواری کا بنیادی سبب ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی پاک کتاب میں فرماتے ہیں:

اَ لَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰ تُواالزَّکٰوۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًاo اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَ لَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ (النسآء:۷۷۔۷۸)

﴿کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نمازیں

پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ پھر جب انہیں قتال کا حکم دیا گیا تو اسی وقت ان کی ایک جماعت لوگوں سے اس قدر ڈرنے لگی جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، بلکہ اس بھی زیادہ، اور وہ کہنے لگے: اے ہمارے ربّ! تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا؟ کیوں نہ ہمیں ابھی اور مہلت دی؟ ان سے کہو کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور پرہیزگاروں کے لیے تو آخرت ہی بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ستم روا نہ رکھا جائے گا۔ رہی موت، تو جہاں بھی تم ہو وہ بہر حال تمہیں آ کر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو ﴾

اللہ اکبر...... کتنا عظیم ہے وہ ربّ جس نے یہ مکمل اور ہمہ گیر منہج ہمیں عطا فرمایا! ذرا غور کیجئے ان آیات پر۔ اللہ فرماتے ہیں:

قَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ لَوۡ لَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ

﴿ کہنے لگے: اے ہمارے ربّ! تو نے ہم پر قتال کیوں فرض کر دیا؟ کیوں نہ ہمیں کچھ اور مہلت دی؟ ﴾

یہ مہلت مانگنے والے، قتال کو مؤخر کرنے کی باتیں کرنے والے ہمیشہ سے یوں ہی بہانے بناتے چلے آئے ہیں، ان کی مانگی ہوئی مہلت کبھی ختم نہیں ہوتی، بہانے بازی کا یہ سلسلہ یونہی چلتا جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے بہانوں کی تفصیل بیان نہیں فرمائی بلکہ جواباً ان بہانوں کی تہہ میں چھپے اصل مرض پر سے پردہ اٹھا دیا اور فرمایا:

قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ

﴿ ان سے کہو کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے ﴾

یہ ہے بہانوں کی جڑ...... دنیا اور اس کی زندگی سے لگاؤ! اللہ ربّ العزت ہمیں، ہم سے بہتر جانتے ہیں اور ہمارے سینوں میں چھپے "حبُّ الدُّنیا" کے مرض کے علاج کے لئے ہمیں یہ باور کراتے ہیں کہ دنیا کی زندگی اور اس کی نعمتیں بس ایک مختصر سی مدت کے لیے ہیں۔ لیکن اس کے

باوجود ہمارا رویہ یہ ہے کہ ہم اُس جان کو اللہ کی راہ میں کھپانے سے گریز کرتے ہیں جو اللہ ہی نے ہمیں دی ہے!......اور اپنا یہ مال اس کی راہ میں لگاتے ہوئے کنجوسی کرتے ہیں جو محض اللہ کی عطا ہے؟

قُلۡ مَتَا عُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ وَ الۡاٰخِرَةُ خَیۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی وَ لَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلاً

﴿ان سے کہو کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور پرہیزگاروں کے لیے تو آخرت ہی بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ستم روا نہ رکھا جائے گا﴾

دنیا کی محبت اور موت کا خوف دونوں باہم لازم وملزوم ہیں، چنانچہ اگلی آیت اس تعلق کو واضح کرتے ہوئے، دنیا سے محبت رکھنے والوں کو مخاطب کر کے، بڑی صراحت سے کہتی ہے کہ:

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَ لَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَةٍ

﴿تم جہاں بھی ہوگے موت تمہیں آن پکڑے گے خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو﴾

پس اللہ تعالیٰ جس کسی کی بصیرت کو ایمان کے نور سے منور کردے، وہ ان آیات کا پیغام سمجھ کر اپنی جان اس ربّ کی راہ میں پیش کر دیتا ہے جو اس کا خالقِ حقیقی ہے۔

اے آدم کے بیٹے! تعجب ہے تیرے رویے پر! تو وہ چیز خرچ کرنے میں کنجوسی کرتا ہے جس کا مالک تو خود نہیں۔ تیرے جان ومال تو اللہ ربّ العزت کی ملکیت ہیں، پھر یہ بخل کیسا؟ اپنے مالک کے اس فرمان پر غور کر:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّةَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَھۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ

(التوبة:۱۱۱)

﴿یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، جس میں قتل کرتے بھی ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں۔ تورات، انجیل اور قرآن میں یہ سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضرور ہے۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکالیا ہے﴾

سبحان اللہ! یہ کیسا زبردست سودا ہے جس کا ذکر تورات، انجیل اور قرآن میں ہے...... یہ درحقیقت زمین وآسمان کے ربّ اور اِس کمزور مخلوق کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔ یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، مگر جس کا دل ایمان کی دولت سے محروم ہو وہ کیا جانے کہ اللہ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے کیا انعامات تیار کر رکھے ہیں؟ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے مزین کردے اور کفر وفسق اور نافرمانی کی کراہت ہمارے دلوں میں بٹھادے۔

قرآنِ کریم کی کئی دیگر آیات بھی اسی معنی اور مفہوم کی حامل ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اہلِ ایمان پر......بعض صحابہ کرامؓ پر......گرفت کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ ''مَالَکُمْ؟''...... ''تمہیں کیا ہوگیا ہے؟''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (التوبة : ۳۸)

﴿اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے ہو؟ سنو! دنیا کی زندگی کا سازوسامان تو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے﴾

قتال سے منہ پھیرنے والو...... تم جتنے مرضی بہانے بناؤ، عبادات اور نیکی کے کاموں میں مشغولیت کے عذر پیش کرو، لیکن یاد رکھنا...... صحابۂ کرامؓ ہر اعتبار سے ہم سے افضل تھے...... جن عبادات وطاعات میں آج ہم مشغول ہیں، وہ ہم سے کہیں بڑھ کر ان میں مشغول رہتے تھے...... لیکن اس سب کچھ کے باوجود جب بھی ان کو پکارا جاتا کہ "یـا خَیُلَ اللّٰه ! اِرْکَبِی"...... اے اللہ کے شہسوارو! کود پڑو... تو وہ ہر چیز چھوڑ کر میدانِ جہاد کا رخ کرتے...... ہلکے ہوتے یا بوجھل، بہر حال اللہ کے حکم پر لبیک کہتے...... اور اگر اُنؓ میں سے کوئی جہاد سے پیچھے رہ جاتا تو اس پر گرفت کرنے کے لیے آسمانِ بالا سے آیات نازل ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ میں فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ (التوبة : ۳۸)

﴿اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ سنو! دنیا کی زندگی کا ساز و سامان تو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے﴾

یہ مسئلہ بالکل واضح ہے، اس میں کوئی ابہام نہیں۔

اب کسی تردد، تذبذب، سوچ و بچار اور مزید انتظار کا موقع نہیں...... کیونکہ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ جہاد سے فرار اختیار کرنے والوں کے لئے دوٹوک فیصلہ سنا رہے ہیں:

اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَیْئًا (التوبة:۳۹)

﴾اگر تم نہ نکلے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو لے آئے گا اور تم اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے﴿

اے اللہ! ہم تجھ سے تیری اعلیٰ صفات اور تیرے پاکیزہ ناموں کے واسطے سے سوال کرتے ہیں کہ جس طرح تو نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم افغانستان میں جہاد کریں...... وہ افغانستان جس میں ہم آج جمع ہیں...... اور جس طرح تو نے ہمیں امریکہ، اس کے حواریوں اور اس کے معاونین کے خلاف جہاد کی توفیق دی...... ایسے ہی ہم تجھ سے یہ توفیق بھی طلب کرتے ہیں کہ ہم اس راہ پر استقامت سے جمے رہیں، یہاں تک کہ تجھ سے ملاقات کا دن آن پہنچے اور تو ہم سے راضی ہو۔ (آمین)

خطبہء ثانیۃ

آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں ہم یہ بات اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ جہاد چھوڑ بیٹھنے کا اصل سبب دنیا کی محبت اور موت کا خوف ہوتا ہے۔ یہی بات حضرت ثوبانؓ کی روایت میں بھی ہے (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''قریب ہے کہ کفر کی امتیں تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دے کر بلائیں گی جس طرح بھوکے ایک دوسرے کو دسترخوان پر دعوت دے کر بلاتے ہیں۔ اس پر ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ کیا اس وقت ایسا ہماری قلتِ تعداد کی وجہ سے ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) بلکہ اس وقت تو تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن تم سیلابی پانی کے میل کچیل (اور جھاگ) کی طرح ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے ضرور ہی تمہارا رعب ختم کر دیں گے......) اس حدیث میں رسول اللہ نے ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ:

...... يُلْقٰى فِىْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ

(......تمہارے دلوں میں وھن (یعنی ضعف) ڈال دیا جائے گا)

قَالُوْا وَ مَا الْوَهْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟

(صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ وھن (ضعف) کیا ہوگا؟)

قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت)

جب کہ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

حُبُّكُمُ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَتُكُمُ الْقِتَال

(دنیا سے تمہاری محبت اور قتال سے تمہاری نفرت)

(مسند أحمد: مسند أبی هریرةؓ، سنن أبی داود: باب فی تداعی الأمم علی الاسلام)

مسلمان آج جس ذلت و درماندگی کا شکار ہیں اور رسوا ہو رہے ہیں، اس کی وجہ ہمارا یہی طرزِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کھول کر یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ وہ کب کسی قوم کو در بدر کر دیتا ہے، بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے؟ اُس وقت...... جب وہ اللہ کی نصرت اور اپنے مقدسات کی حفاظت سے ہاتھ کھینچ لیتی ہے۔ یہ ''تِیــہ'' (دربدری) اللہ تبارک وتعالیٰ کی طے شدہ اور اٹل سنت ہے...... اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بے یار و مددگار چھوڑنے کا یہی انجام ہوتا ہے...... ذلت، تباہی، آپس کی لڑائیاں اور دربدری ان کا مقدر بن جاتی ہے...... آج امّتِ مسلمہ کو جن مصائب و آلام کا سامنا ہے، وہ اللہ کے دین اور جہاد کو چھوڑ دینے کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَ اَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ وَ رَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَكْتُمْ

الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ

(سنن أبی داود: باب فی النهی عن العينة)

(جب تم سودی تجارت (عینہ) کرنے لگو گے اور گائے بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے، اور کھیتی باڑی (کی زندگی) میں (مگن ہو کر) مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تمہارے اوپر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جو وہ اس وقت تک نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف واپس نہ لوٹ آؤ)

یہ حدیث بالکل واضح ہے، اور ہم سب پر حجت تمام کر دیتی ہے، خصوصاً عربی زبان سمجھنے والوں کے لئے تو اس میں کوئی ابہام نہیں...... اللہ نے ذلت کی یہ چادر انہی وجوہات کی بنا پر ہمارے اوپر تانی ہے...... اور یہ اس وقت تک نہیں اٹھائی جائے گی جب تک ہم اپنے دین کی طرف واپس پلٹ نہیں آتے۔ لہٰذا میرے مسلمان بھائیو! یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ دین کی طرف رجوع، کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور جہاد فی سبیل اللہ کی راہ اختیار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں!

جہاں تک امت کے یوں در بدر ہونے کا تعلق ہے، تو اسے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان ہونے والے مکالمہ میں واضح فرمایا دیا ہے...... جب انہیں جہاد کا حکم ملا لیکن وہ بیٹھے رہے...... اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ہماری ہی ہدایت کے لئے نازل فرمایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ قَالَ رَجُلٰنِ

مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمَا...... (ا لمائدة: ۲۱۔۲۳)

﴿اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے، پیچھے نہ ہٹو ورنہ ناکام و نامراد پلٹو گے۔ انہوں نے جواب دیا: اے موسیٰؑ! وہاں تو بڑے زور آور سرکش لوگ رہتے ہیں، ہم ہرگز وہاں نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔ ہاں اگر وہ نکل گئے تو ہم داخل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ڈرنے والے لوگوں میں سے دو ایسے شخص جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا تھا بولے......﴾

اللہ اکبر! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اُس وسیع وعریض امّت میں سے صرف دو آدمیوں کو یہ توفیق بخشی...... دو ایسے آدمیوں کو جو اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ چنانچہ اسی آیت سے یہ بات بھی سمجھ آتی ہے کہ خوف اور جہاد کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

خوف اور خشیت کا جہاد سے بڑا گہرا تعلق ہے...... جو شخص جہاد چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے وہ دراصل لوگوں سے خوف کھاتا ہے، اور جو اپنا سر ہتھیلی پہ لے کر میدان میں نکل آتا ہے وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے خوف کھاتا ہے۔ میں نے ابتداء میں آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی تھی کہ:

......اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَةِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً (النسآء: ۷۷)

﴿......تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے یوں ڈرتا ہے جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، یا اس سے بھی بڑھ کر﴾

جو شخص لوگوں سے اتنا ڈرے، اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اسے قتال نہ کرنا پڑے، چنانچہ وہ کہتا ہے:

لَوۡ لَآ اَخَّرۡتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ (النسآء: ۷۷)

﴿(اے اللہ!) تو نے ہمیں تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دے دی؟﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں بھی دو ایسے لوگوں کا تذکرہ ہے جو ''ڈرتے تھے''......مگر لوگوں سے نہیں......بلکہ اللہ بزرگ و برتر سے۔

......لہٰذا جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ، یومِ آخرت اور حساب کتاب کا خوف ہو وہ سب کچھ چھوڑ کر جہاد کے لیے نکلتا ہے......کسی چیز کے چھن جانے کا غم نہیں کرتا......اسی راہ پر آگے بڑھتا جاتا ہے...... یہاں تک کہ اپنے ربّ سے جا ملتا ہے اور اس کا ربّ اس سے راضی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں افراد کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا:

رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیۡنَ یَخَافُوۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمَا (المائدۃ: ۲۳)

﴿(اللہ سے) ڈرنے والے لوگوں میں سے دو ایسے شخص جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا تھا﴾

ابنِ کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں افراد پر اللہ کا جو انعام تھا وہ بہت بڑا تھا، ایک عظیم نعمت تھی جو انہیں ملی تھی......اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمَا!......اللہ نے ان دونوں پر اپنا انعام فرمایا!

کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ کا شمار بھی ان لوگوں میں ہو جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا؟ تو پھر دیکھئے کہ انعام یافتہ لوگ ایسے موقع پر کیا کہتے ہیں:

......اُدۡخُلُوۡا عَلَیۡهِمُ الۡبَابَ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡهُ فَاِنَّكُمۡ غٰلِبُوۡنَ وَ عَلَی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (المائدۃ: ۲۳)

﴿......ان (جباروں) کے مقابلے میں حملہ کر کے دروازے کے اندر گھس جاؤ، جب تم اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو کر رہو گے۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو﴾

لیکن ایسی ایمان افروز گفتگو سن کر بھی وہاں کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کیونکہ جو فرار چاہے، اُسے کوئی میدان میں لا نہیں سکتا اور بزدل کو آگے بڑھانا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔

کیا آج کے بزدلوں کو یہ نظر نہیں آتا کہ......محض اللہ ہی کے احسان اور رحمت سے......ہمیں میدانِ جہاد کا رخ کیے بیس (۲۰) سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے......دس (۱۰) سال سے زائد ہم نے روسی ٹینکوں اور طیاروں کی بمباری کا سامنا کیا اور اب تقریباً پھر دس (۱۰) سال ہونے کو ہیں کہ امریکی کروز میزائیل ہمارا تعاقب کر رہے ہیں......لیکن الحمدللہ ہم بدستور اس راہ پر قائم ہیں۔

اہلِ ایمان یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے جس میں لمحہ بھر کی تاخیر و تقدیم بھی ممکن نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَ لَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ

(النسآء:۷۸)

﴿تم جہاں کہیں بھی ہو، موت تمہیں آن دبوچے گی، خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں کیوں نہ ہو﴾

مومن یہ بھی جانتا ہے کہ انسان کو اُس وقت تک موت نہیں آسکتی جب تک اس کا رزق اور عمل کی مہلت باقی ہو۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔ بہرحال، ان دو انعام یافتہ افراد کی نصیحت کے باوجود قوم نے پھر سے بحث شروع کر دی:

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَا تِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (المائدة: ۲۴)

﴿وہ بولے: اے موسیٰؑ ! ہم کبھی بھی وہاں نہ داخل ہوں گے جب تک وہ (زورآور) لوگ وہاں موجود ہیں۔ پس تم اور تمہارا ربّ دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں﴾

لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ! ایسی زبردست بے وفائی! اسی لیے جواباً حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم سے رخ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے:

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَ اَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (المائدة:۲۵)

﴿موسیٰ نے کہا: الٰہی! مجھے تو بجز اپنے اور اپنے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں۔ پس تو ہم میں اور ان فاسقوں میں فاصلہ پیدا کردے﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فاسق قرار دیا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کا ساتھ چھوڑنے والوں کی سزا کا اعلان ہو گیا:

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَّتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (المائدة:۲۶)

﴿اللہ نے جواب دیا: اچھا، تو یہ ملک چالیس سال تک ان کے ہاتھ نہ لگے گا، یونہی زمین میں سرمارتے پھرتے رہیں گے۔ اس لیے تم ان فاسقوں کے بارے میں غمگین نہ ہو﴾

دربدری اور ٹھوکریں کھاتے پھرنا......یہی اللہ کی طے کردہ سزا ہے جو دین کی نصرت سے منہ موڑنے والوں کو گھیر لیتی ہے......امّتِ مسلمہ آج اسی انجام سے دوچار ہے...... دربدر ہے......سرگرداں پھر رہی ہیں۔ یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ اسراء و

معراج کی یادگار، مسجدِ اقصیٰ سے بے وفائی کرنے کی سزا ہے۔ اگر ہم نے اب بھی ہوش کے ناخن نہ لیے تو نعوذ باللہ اس سے بھی بڑا عذاب اور در بدری ہم پر مسلط کی جا سکتی ہے! اور اللہ کی مدد کے سوا تو نہ بھلائی کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچاؤ۔

اس سزا سے چھٹکارا پانے کی واحد راہ، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دین صحیح بنیادوں پر قائم ہو تو ہمیں رہنمائی اور منہج قرآن وسنّت ہی سے لینا ہوں گے اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں واضح طور پر سمجھا دی گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کیا کہ جہاد کا حق ادا کر دیا، دین کی بھرپور تبلیغ کی اور اس بارِ امانت سے سبکدوش ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللہ انہیں وہ بہترین جزا دے جو کسی بھی امّت کی طرف بھیجے گئے نبی کو دی جاسکتی ہے۔ (آمین)

علومِ نبوت کے وارثوں کے لئے بھی آج یہی راستہ ہے کہ وہ حق کو لے کر اُٹھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوے کی پیروی کریں۔ ایسی حالت میں دین ٹھیک سے کیسے قائم ہوسکتا ہے جب علمائے امّت ملحدوں، فاجروں، ظالموں اور دشمنانِ دین کے نرغے میں زندگی گزار رہے ہوں...... جہاں وہ کلمہءِ حق بھی نہ کہہ سکیں؟ دوسری طرف یہ دیکھئے...... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ سال رہے...... وحیٔ الٰہی کی تائید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی...... رُوئے زمین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر گفتگو کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہوا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعوت دیتے رہے...... پھر بھی پورے مکی دور میں محض چند سو لوگ ایمان لائے۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی خوشنودی کی خاطر اُس کی راہ میں ہجرت فرمائی تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور ایک اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔

دین کے پھیلاؤ اور غلبے میں ہجرت کو ایک کلیدی حیثیت حاصل ہے،

یہی وجہ ہے کہ اہلِ اسلام اپنی تاریخ سنِ ہجری سے شمار کرتے ہیں۔آج اس عظیم واقعے کو گزرے چودہ سو بیس (۱۴۲۰) سال ہو چکے ہیں اور ہم اس سال کی عید الفطر کے پہلے دن میں یہاں جمع ہیں۔غاصب صلیبیوں کو سرزمینِ مکّہ و مدینہ میں داخل ہوئے......اپنے پنجے گاڑے......دس سال ہو گئے۔اور یقیناً اگر اللہ ہماری مدد نہ کرے تو اس کے سوا ہمارے پاس کوئی طاقت وقوت نہیں۔لہٰذا اپنے مرض کو جان لینے کے بعد ہمیں اللہ ہی کی کتاب میں دیکھنا ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟

بھائیو! ہمارے مرض کا علاج ہجرت و جہادِ فی سبیل اللہ ہے۔وہ اعلیٰ ترین صفات جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وہ یہی ہیں،یعنی:

- ایمان
- ہجرت اور
- جہاد

اللہ تعالیٰ اپنی عظیم کتاب میں انبیاء علیہم السلام کے بعد دنیا کے بہترین لوگوں،یعنی صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف فرماتے ہیں تو انہی تین خوبیوں کو بطورِ خاص گنواتے ہیں......اللہ کی بات ذرا غور سے سنیے......اس کی آیات میں تدبر کیجیے۔سورۃ الانفال کے آخر میں اللہ تعالیٰ صحابہؓ کے بارے میں ان صفات کی گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال:۷۴)

﴿اور جو لوگ ایمان لائے،ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ جنہوں نے پناہ دی اور مدد پہنچائی،یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ان کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے﴾

ایمان لا کر ہجرت اور جہاد کرنے والوں کے سچے ایمان کی گواہی خود اللہ دیتا ہے۔امرِ دین کا ٹھیک ٹھیک قیام ناممکن ہے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس دین کی خاطر اسی انداز میں ہجرت نہ کریں......اور پھر حق کا کھلم کھلا اظہار نہ کریں......جیسا کہ صحابہ کرامؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، اور یوں حق کی نصرت ہوئی۔اس دین کے معاملے میں اللہ کی سنت یہی ہے۔

پہلی وحی کے نزول کے فوراً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ورقہ بن نوفل کے درمیان پیش آنے والی گفتگو کا قصہ (جو، ہجرت اور ابتلاء کے بارے میں اللہ کی اس سنت کو واضح کرتا ہے) صحیح بخاری میں امّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا گیا ہے۔ ورقہ بن نوفل دورِ جاہلیت میں (بت پرستی چھوڑ کر) نصرانی ہو گئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سامنے وحی کی کیفیت بیان کی تو آپ بے اختیار بول اٹھے:

هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی یَا لَیْتَنِیْ فِیْهَا جَذَعٌ، لَیْتَنِیْ اَکُوْنُ حَیًّا اِذْ یُخْرِجُکَ قَوْمُکَ

(یہ تو وہی (اللہ کا) رازدار فرشتہ ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر اتارا تھا۔اے کاش میں اس وقت جوان ہوتا! کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا جب تمہیں تمہاری قوم (اپنے شہر سے) باہر نکال دے گی!)

اللہ کے بندو!......غور کرو اس حدیث پر!

قَالَ : اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ؟

(رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سچ؟) کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟)

قَالَ نَعَمْ لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِیَ وَ اِنْ یُّدْرِکْنِیْ

يَوْمُکَ اَنْصُرُکَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا (بخاری: کتاب بدءِ الوحي)

(ورقہ نے کہا: ہاں! (بے شک نکال دیں گے) کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بندہ وہ پیغام لے کر آئے جو تم لائے ہو اور لوگ اس کے دشمن نہ ہوئے ہوں۔ اگر میں اس دن تک جیتا رہا تو تمہاری بھرپور مدد کروں گا)

جو شخص بھی حق کی دعوت لے کر اٹھے گا، اس سے ضرور دشمنی کی جائے گی! لیکن اگر کفار کے مددگار اور اللہ کی شریعت سے ہٹ کر فیصلے کرنے والے کسی شخص سے دشمنی نہیں کر رہے......تو یقیناً ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج اور طریقے پر گامزن نہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسولوں کے منہج کے مطابق آپ بات کریں تو آپ سے دشمنی نہ کی جائے......اللہ کے دشمن تو اہلِ حق سے تبھی راضی ہوتے ہیں جب وہ مداہنت ومصالحت کرنے پر تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (القلم:۹)

﴿یہ تو چاہتے ہیں کہ کچھ تم مداہنت کرو تو یہ بھی مداہنت کریں﴾

اگر آپ یہ چاہیں کہ ان ظالموں کے ساتھ آپ کی قربتیں بھی برقرار رہیں اور ساتھ ہی ساتھ آپ کی ذاتی عبادات بھی جاری رہیں، جو ان کے باطل طور طریقوں سے نہ ٹکرائیں، پھر تو یہ واقعتاً آپ کو نہیں چھیڑیں گے۔ البتہ اگر آپ کی خواہش یہ ہو کہ دین سارے کا سارا اللہ کے لئے خالص ہو جائے، تو اس کا واحد راستہ ہجرت اور جہاد ہی ہے...... خیر البشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی راستہ اختیار کیا......اور صحابہؓ نے بھی، جب اُن پر بدترین مظالم توڑے گئے، یہی راہ اپنائی...... یہ وہی راستہ ہے جسے حضرت ابوبکرؓ نے اختیار کیا جب کہ آپؓ خود سردارانِ قریش میں سے تھے۔ جب آپؓ حبشہ کی طرف ہجرت کو نکلے تو مکہ سے کچھ باہر آپ کو

ابن الدغنہ ملا اور اس نے پوچھا:

''ابوبکرؓ! کدھر کا ارادہ ہے؟''

آپؓ نے فرمایا: ''مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے، اب میں چاہتا ہوں کہ زمین میں نکل جاؤں اور اللہ کی عبادت کروں۔''

یہ شخص (ابن الدغنہ) ''جاہلی'' تھا، مسلمان نہ تھا، مگر اس گئے گزرے معاشرے میں بھی کچھ نہ کچھ اخلاق واقدار اور اچھی روایات ومعیارات باقی تھے۔ چنانچہ اس نے کہا:

''ابوبکرؓ! آپؓ جیسے لوگ تو یوں نہیں نکلتے، نہ ایسوں کو نکالا ہی جاتا ہے! آپ تو نادار کے لئے کمائی کرتے ہیں، رشتہ داروں سے تعلق جوڑتے ہیں، دوسروں کا بوجھ (قرضہ، کفالت وغیرہ) اٹھاتے ہیں، مہمان کی خاطر داری کرتے ہیں اور حقیقی آفتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں، میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں، آپ مکہ واپس چلئے...... (بخاری: کتاب المناقب)

آپؓ واپس لوٹ تو گئے، مگر علانیہ کلمۂ حق کہنے سے باز نہ آئے، کفار پھر آپؓ پر ٹوٹ پڑے، یہاں تک کہ وہ موقع آیا جب اللہ نے آپؓ کو افضل البشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ ہجرت کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ اسی منظر کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سورۃ التوبہ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ:۴۰)

﴿اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو (یاد رکھو کہ) وہ اللہ ہی تو تھا جس نے پہلے بھی اس کی مدد کی تھی جب کہ اسے کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو میں سے دوسرا تھا، وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے﴾

صحابہ کرامؓ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ان ہجرت کرنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی بھی اپنے شوہر حضرت عثمانؓ کے ہمراہ موجود تھیں۔ یہ ہجرت اللہ کے دین کی سرفرازی اور کلمۂ حق کے بھرپور اظہار کا ذریعہ بنی ،اس کے ذریعے سچائی کا سرِ عام اعلان ہوا اور اللہ نے باطل کو پست کیا۔ یہ گروہِ شرفاء جب حبشہ کی طرف نکلنے لگا تو ایک واقعہ پیش آیا۔ابنِ ہشامؒ اپنی سیرت کی کتاب میں اُمِّ عبداللہ (بنتِ ابی حثمہؓ) کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ :

''ہم ہجرت کے لیے حبشہ کی سمت روانہ ہوئے تو عامرؓ، یعنی ابوعبداللہ، ہماری ضرورت کی بعض اشیاء لینے چلے گئے ۔اتنے میں ہمیں عمر بن خطابؓ ٹکرا گئے۔''

......اور آپ کیا جانیں کہ جاہلیت میں عمرؓ کیسے تھے؟ انتہائی سخت طبیعت کے حامل...... مشرکینِ قریش کے بنیادی ستونوں میں سے ایک......جنہوں نے مسلمانوں پر بڑے سخت مظالم توڑے۔آپؓ فرماتی ہیں کہ عمرؓ نے مجھ سے پوچھا:

''اُمِّ عبداللہ! کیا تم یہاں سے کوچ کر رہی ہو؟''

میں نے جواب دیا:

''ہاں! واللہ......تم لوگوں نے ہمیں بہت اذیت پہنچائی، بہت ستم توڑے، اب مزید برداشت ممکن نہیں۔''

عمر بن خطابؓ اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور ان کا دل پسیج گیا۔اس جاہلیت اور شقاوتِ قلبی کے باوجود، عمر بن خطابؓ اُن کمزور و بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کو اس بیچارگی کے عالم میں اپنے گھروں سے نکلتا نہ دیکھ سکے۔آپؓ میں یہ ہمت نہ تھی کہ ان مجبور اور بے کس لوگوں کو اپنے خاندان، والدین اور اولاد سے جدا ہوتے ہوئے دیکھیں۔آپؓ کے سینے میں اس وقت ایک زبردست کشمکش بپا تھی......ایک طرف انکارِ حق اور مسلمانوں پہ مظالم توڑنے پر

اصرار تھا تو دوسری جانب کلیجے کے ٹکڑے اُڑانے والا یہ منظر! آپؓ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ یہ لوگ کیسے جائیں گے؟ یہ کشتیوں میں سوار ہونے چلے ہیں حالانکہ انہیں بحری سفر کا کوئی سابقہ تجربہ نہیں! اَیْنَ یَذْ هَبُوْن؟...... کہاں جارہے ہیں؟ ایک ایسے دور دراز علاقے میں جہاں کوئی اپنا نہیں......! جہاں کے لوگوں سے کوئی واقفیت ہے نہ نسبی رشتہ......اور نہ ہی دینی اخوت کا کوئی تعلق!...... بالآخر آپؓ کے اندر موجود خیر کی قوت، شر کی طاقت کو پچھاڑنے میں کامیاب رہی اور آپؓ یہ ہمدردانہ الفاظ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ:

"صَحِبَكُمُ اللّٰه!"

"اللہ تمہارے ساتھ ہو!"

اللہ اکبر!...... اللہ اکبر! جاہلیت والے شقی القلب عمرؓ کا دل بھی چھوٹے چھوٹے بچوں، کمزور و بے بس مردوں، عورتوں کے ہجرت پر مجبور ہونے کا منظر نہ سہار سکا۔ یہ وہ ستم رسیدہ لوگ تھے جنہوں نے محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنا وطن چھوڑا......اپنی جاگیر چھوڑی......عزیز و اقارب کا ساتھ چھوڑا، چنانچہ عمرؓ بھی اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور بے اختیار بول اُٹھے:

"اللہ تمہارے ساتھ ہو!"

حضرت عامرؓ واپس آئے تو حضرت امِ عبداللہؓ نے ان سے فرمایا:

"کاش تم آج عمر کو دیکھ لیتے!"

اور پھر آپؓ نے پورا واقعہ بیان فرما دیا۔ حضرت عامرؓ نے پوچھا:

"کیا تمہیں امید ہے کہ عمر اسلام قبول کر لے گا؟"

آپؓ نے فرمایا:

"ہاں"

حضرت عامرؓ بولے:

''یہ شخص تب تک اسلام نہیں لاسکتا جب تک خطّاب کا گدھا مسلمان نہ ہو جائے!''

جس شخص کی یہ شہرت تھی...... جو اپنی شدید قومی حمیت کی وجہ سے جانا جاتا تھا...... وہ بھی مہاجرین کی بے بسی کے یہ مناظر دیکھ کر تڑپ گیا...... اَیْنَ یَذْھَبُوْن؟ ...... یہ کہاں جائیں گے؟ ......اور پھر وہ دن بھی آیا کہ اللہ اُس عمرؓ سے راضی ہو گیا...... اور عمرؓ بھی اللہ سے راضی ہو گئے! لیکن افسوس! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں کی حالتِ زار، آج کے پتھر دل قریش کو نہیں پگھلا سکی......

اللہ کی قسم! آج محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے امّتی جزیرۂ عرب کے قید

خانوں میں بند ہیں جب کہ امریکیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرزمین میں دندنانے کی...... عیش اُڑانے کی کھلی چھٹی ہے!...... کیا لوگوں کے سینوں میں ایمان کی کوئی رمق باقی نہیں بچی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے لئے لوگوں کی غیرت ختم ہوگئی؟

اے اللہ ! میں تیرے حضور میں آج کے ابورغال اور اس کے ساتھیوں کی تمام حرکتوں سے بیزاری اور برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

اے اللہ ! میں تیرے دربار میں ان سب مسلمانوں کی طرف سے معذرت پیش کرتا ہوں جنہوں نے تیرے عظمت والے گھر کی نصرت میں کوتاہی کی...... جو بیٹھے رہ گئے!

اے اللہ ! ہمیں بہترین طور پر اپنے دین کی طرف لوٹنے کی توفیق دے!

اے اللہ ! تو اس امّت کی قسمت میں ہدایت کا ایک ایسا دور لکھ دے جس میں تیرے اطاعت گزار باعزت اور تیرے نافرمان ذلیل ٹھہریں، جس میں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے!

اے اللہ ! مسلم نوجوانوں کے دلوں کو ایمان سے مزین فرما!

اے اللہ ! ان کے دلوں میں کفر و فسق اور نافرمانی کی کراہت بٹھا دے!

اے اللہ ! ہم تجھ سے عہد کرتے ہیں کہ ہم اس راستے پر...... تیرے کلمے کی سربلندی کے راستے پر...... قائم رہیں گے یہاں تک کہ یا تو تیرا دین غالب آجائے، یا ہم اس راہ میں شہید کر دیے جائیں۔

اے اللہ ! اے ہمارے ربّ! تو ہماری ان کوششوں کو قبول فرما لے! یقیناً، تو سب سے بڑھ کر دعائیں سننے والا ہے۔

میرے بھائیو! یہی راہِ نجات ہے...... ایمان، ہجرت اور جہاد کی راہ! یہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔

کاش آپ جانتے کہ ہجرت اور جہاد کتنے اجر و ثواب والے اعمال ہیں! ہم تو درحقیقت اللہ ہی سے تمام تر اجر کے طالب ہیں...... اسی پہ ہمارا بھروسہ ہے...... وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ ایک صحیح حدیث میں روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام پر بیعت کرنے کے لیے ایک شرط پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَ اَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ ماَ كَانَ قَبْلَهَا...... (مسلم: كتاب الايمان)

(...... کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے، اور ہجرت اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو ڈھا دیتی ہے)

پس خوشخبری ہو ہجرت کرنے والوں کے لیے! ہجرت انسان کے تمام سابقہ گناہوں کو مٹا ڈالتی ہے اور اس کا نامۂ اعمال بالکل صاف شفاف ہو جاتا ہے، جس میں نئے سرے سے جو

چاہے درج کرلیا جائے۔ اور آپ کیا جانیں کہ ہجرت کے بعد ایک مہاجر اپنے اس نامۂ اعمال میں کیا کچھ درج کروا سکتا ہے؟ ......آیئے اسے ایک صحیح حدیث سے معلوم کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قِیَا مُ سَاعَةٍ فِی الصَّفِّ لِلْقِتَالِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنْ قِیَا مِ سِتِّیْنَ سَنَةً

(صحیح،رواه ابن عدي و ابن عساكر عن أبي هريرةؓ (۶۱۶۵/۴)

وهو فی صحیح الجامع برقم (۴۳۰۵))

(قتال فی سبیل اللہ کے لیے صف میں گھڑی بھر کھڑے ہونا، (عبادت کے لئے) ساٹھ (۶۰) سال قیام کرنے سے افضل ہے)

اللہ اکبر! کتنا بلند مقام ہے! ایک گھڑی میدانِ قتال میں گزارنا ساٹھ (۶۰) سال کی عبادت سے افضل ہے! آج کل کے لوگوں کی تو اوسط عمر ہی تقریباً ساٹھ ستر سال ہوتی ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی دیکھئے کہ جو لوگ بے دینی کی زندگی گزارتے ہیں اور دنیا سے ناکام و نامراد چلے جاتے ہیں تو روزِ قیامت ان کا انجام کیا ہوگا:

وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ (الروم: ۵۵)

﴿اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے، اسی طرح وہ (دنیا میں) دھوکہ کھایا کرتے تھے﴾

قیامت کے دن مجرموں کو یہ ساٹھ سالہ زندگی محض گھڑی بھر کی محسوس ہوگی، جب کہ مجاہدین کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ ان کا گھڑی بھر قتال کرنا بھی ساٹھ سال کی عبادت پر بھاری ہوگا۔ اللہ اکبر! اے ہمارے ربّ! یقیناً اس عظیم انعام و عطاء پر تو ہی تعریف و شکر کا مستحق ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی حضرت ابو فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، اور پوچھنے لگے کہ مجھے کوئی ایسا حکم بتایئے جس پر میں عمل کروں اور پھر اس پر استقامت سے قائم رہوں (تو وہ میری نجات کے لیے کافی ہو)......صحیح حدیث کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا:

عَلَیْکَ بِا لْھِجْرَۃِ فَاِنَّہٗ لَا مِثْلَ لَھَا (سنن النسائی: کتاب البیعة، باب الحث علی الھجرة)

(تم پر لازم ہے کہ تم ہجرت کرو کیونکہ بے شک اس جیسا عمل کوئی اور نہیں)

اگر آپ یہ چاہیں کہ آپ باطل سے مقابلہ بھی کریں اور رہ آپ باطل کے تحت رہے ہوں......تو یہ بات سنتِ الٰہی کے خلاف ہے۔صرف مہاجر ہی اس کیفیت کو حاصل کر سکتا ہے کہ ہر لمحے......تنہائی کی ہر گھڑی میں اس کے دل کی گہرائیوں میں یہ خیال پیوست ہو کہ وہ بیت اللہ العتیق کو پنجہء کفر سے چھڑانے کے لیے نکلا ہے...... ہر لحظہ اس کے دل اور اس کے کانوں میں یہ آواز گونجتی رہے کہ 'اے مومن......خبردار! اللہ کے گھر کو نہ بھولنا!'......اور وہ اس وقت تک بطور مہاجر رہے جب تک سرزمینِ مکہ و مدینہ میں توحید کا پرچمِ حق سر بلند نہ ہو جائے۔

اور کاش آپ جانتے کہ جہاد کی کتنی فضیلت ہے؟ کسی مجاہد کو راہ جہاد پر چلانے اور قائم رکھنے کے لیے یہی بات کافی ہونی چاہیے کہ سردارِ بنی آدم...... قیامت کے دن سب سے بڑا حقِ شفاعت رکھنے والے......اُس دن جب کسی میں یہ جرأت نہ ہوگی کہ وہ دربارِ الٰہی میں حرف تک منہ سے نکالے......اُس دن جب انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بھی یہی کلمات ہوں گے کہ ''رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ''...... ''میرے ربّ! مجھے بچالے، مجھے بچالے!''......وہ عظیم ہستی جس کے اگلے پچھلے تمام قصور معاف کر دیے گئے......اُس صادق و مصدوق ذات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان صحیحین میں روایت کیا گیا ہے کہ:

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ اَغْزُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاُقْتَلُ ثُمَّ اَغْزُوْ فَاُقْتَلُ ثُمَّ اَغْزُوْ فَاُقْتَلُ (صحیح مسلم : کتاب الامارۃ)

(قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! مجھے یہ بہت محبوب ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں اور مارا جاؤں)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکارو! یہی اصل راستہ ہے۔ بہت کچھ جمع کرنے کے چکر میں نہ پڑو......عمل کرنے والے بنو، وہ عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

یہ کوشش مت کرو کہ تم بہت سے ایسے کام کر ڈالو جو آج تم پر فرض نہیں، اگرچہ وہ فی نفسہٖ نیک کام ہی کیوں نہ ہوں۔ یاد رکھنا کہ اگر مسلم سرزمین پر حملہ ہو جائے اور جہاد کی پکار بلند ہو جائے، تو ایسے وقت کا اہم ترین فرض جہاد ہی ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، جب عیسائیوں نے پہلی مرتبہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں کسی فقیہ، کسی حافظ اور کسی استاد کو پیچھے نہیں رہنے دیا، بلکہ سب کو جہاد کے لیے پکارا۔ مسلمانوں میں سے صرف تین آدمی پیچھے رہے، باقی سب نے میدان کا رخ کیا۔ یہی اللہ کی سنت ہے۔ اور جو تین پیچھے رہے، ان کو ملنے والی سزا سے بھی آپ واقف ہیں۔ اس کا تفصیلی ذکر صحیحین میں درج حدیثِ کعبؓ میں آتا ہے۔ ان تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تمام مسلمانوں نے قطع تعلق کر لیا۔ حدیث کی طوالت کے پیشِ نظر اس مختصر وقت میں اس کی تشریح آپ کے سامنے پیش کرنا ممکن نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی فضیلت کو بھی کئی صحیح احادیث میں بیان فرمایا ہے، جیسا کہ صحیح الجامع میں نقل کی گئی ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ)......اَلَّذِيْنَ اِنْ يُّلْقَوْا فِي الصَّفِّ لَا يَلْفِتُوْنَ وُجُوْهَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلُوْا اُولٰٓئِكَ يَنْطَلِقُوْنَ فِي الْغُرَفِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ وَ يَضْحَكُ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ وَ اِذَا ضَحِكَ رَبُّكَ اِلٰى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَافَلَا حِسَابَ عَلَيْهِ

(مسند أحمد: باقي مسند الأنصار)

((سب سے افضل شہداء)......وہ ہیں جنہیں اگر (ایک مرتبہ) صف میں ڈال دیا جائے تو (دوبارہ) پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے، (اور لڑتے جاتے ہیں) یہاں تک کہ شہید ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ جنت کے سب سے اونچے محلات میں چلیں پھریں گے، اور ان کا ربّ ان کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے، اور جب تیرا ربّ دنیا میں اپنے کسی بندے کو دیکھ کر ہنس لے تو اس سے (قیامت کے دن) حساب کتاب نہیں لیا جائے گا)

ہم اور کیا چاہتے ہیں؟ اس سے بڑھ کر ہم کس چیز کے طالب ہیں؟ کیا ہمارا مقصود اللہ کی رضا کے سوا بھی کچھ ہے؟ کیا ہم جنت ہی کے طلب گار نہیں؟ کہیں ہم اس دنیاوی مال و اسباب کے خواہشمند تو نہیں جو الٹا ہماری پکڑ کا باعث بنے گا......اگر ہم اللہ کے دین کی نصرت کے لیے نہ اٹھے؟......

چنانچہ ہم اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ:

وہ ہمیں اپنے دین کی طرف بہترین طور پر لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے!

ہمیں اس ذلت اور دربدری سے نکالے جو اللہ کے دین اور اس کے مقدس مقامات کی حفاظت سے ہاتھ کھینچنے کی وجہ سے ہم پر مسلط کی گئی ہے!

اللہ ہمیں جہاد کرنے اور اس پر قائم رہنے کی نعمت عطا فرمائے!

اپنے فضل و احسان سے ہمیں اپنی نافرمانیوں اور کبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا

فرمائے!

اپنی راہ میں ہجرت کی سعادت عطا فرمائے!

ہمیں شہادت عطا فرمائے، ایسے کہ ہم آگے بڑھنے والے ہوں نہ کہ پیٹھ دکھانے والے...... یہاں تک کہ ہم اس سے جاملیں اور وہ ہم سے راضی ہو! (آمین)

میرے بھائی! علم کی جو بھی فضیلت قرآن وسنت میں بیان ہوئی ہے...... اہلِ علم کہتے ہیں کہ...... وہ اُس علم سے متعلق ہے جس پر عمل کیا جائے۔ ایک صحیح حدیث میں روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے موقع پر فرمایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلاَلِ السُّيُوْفِ

(جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں)

اب ذرا دیکھئے کہ سلف کس نہج پر سوچتے تھے......

اتنی بات سن کر ایک غریب، بوسیدہ حال شخص اٹھا اور کہنے لگا:

''اے ابوموسیٰؓ! کیا تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے؟''

آپؓ نے فرمایا:

''ہاں!''

بس یہ سن کر وہ آدمی اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور ان سے کہا کہ میں تو تمہیں (الوداعی) سلام کرتا ہوں۔ پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی اور تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور (دشمنوں کو) مارتا گیا یہاں تک کہ خود شہید ہو گیا۔

(صحیح مسلم: کتاب الامارة، باب: ثبوت الجنة للشهيد)

اس شخص نے جو علم حاصل کیا اس پر فوری عمل پیرا ہوا۔ پہلے یہ یقین دہانی حاصل کی کہ واقعتاً یہ حدیث صحیح ہے، پھر اس پر فوری عمل کر ڈالا۔ بجائے اس کے کہ ہزاروں حدیثوں کا علم سینے میں جمع کر کے ان میں سے کسی ایک پر بھی نہ عمل کرتا......بس ایک سوال پوچھا: ''اے ابوموسیٰ! کیا تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے؟'' انہوںؓ نے کہا،''ہاں'' اور سارا مسئلہ ختم ہو گیا۔ مزید انتظار اور تحقیق میں وقت ضائع نہیں کیا۔

جہاد اور اس کی فضیلت کے حوالے سے کتنی ہی احادیث ہمارے علم میں ہیں......قتال پر ابھارنے والی کتنی ہی آیات، جو ہمیں اس کی فرضیت کا بتاتی ہیں، ہم پڑھتے ہیں......کیا کبھی ہم نے ان پر عمل بھی کیا؟

آیئے ہم اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہماری خطائیں اور لغزشیں معاف فرمائے! اور اس امّت کے لئے ایک ایسا دورِ ہدایت مقدر فرمائے جس میں اس کے اطاعت گزار باعزت اور نافرمان ذلیل ٹھہریں...... جہاں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے!

اے اللہ! اے ہمارے ربّ! ہمیں صبر دے اور کافروں پر فتح عطا فرما!

اے اللہ ! ہمارے علماء...... ہر جگہ بسنے والے علماء...... پر ٹوٹنے والی سختیاں ہٹا دے!

اے اللہ ! امریکی قید میں پڑے شیخ عمر عبدالرحمان کو رہائی عطا فرما!

اے اللہ ! ان کے بڑھاپے اور کمزوری پر رحم فرما!

اے اللہ ! جزیرۂ عرب اور دیگر علاقوں میں قید علماء کی رہائی کا بندوبست فرما!

اے اللہ ! سرزمینِ مکہ و مدینہ میں قید شیخ سعید بن زعیر اور ان کے بھائیوں کو رہائی عطا فرما!

اے اللہ ! اہلِ ایمان نوجوان، جہاں بھی قید ہوں، ان کو رہائی عطا فرما! یقیناً تو ہی اس کام کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے!

اے اللہ ! ہمارے شیشانی مجاہد بھائیوں کے نشانے انکے اہداف پر ٹھیک بٹھا!

اے اللہ ! ان کے قدم جما! ان کی مدد فرما!

اے اللہ ! ان کے دشمنوں کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لے!

اے اللہ ! ہمارے افغان بھائیوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق دے!

اے اللہ ! طالبان کو راہِ راست پر قائم رکھ، جنہوں نے تیری شریعت کو اس زمین پر قائم کیا!

اے اللہ ! یہ طاغوتی حکومتیں جن میں تیری نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے ......ان کے شکنجے سے مجاہدین کے نکل کر آنے، اور ایک طویل عرصے بعد یہاں پھر سے جمع ہونے کو آسان فرمادے!

آخر میں ہم اللہ کے دربار میں یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اور آپ کے روزے، قیام، اورزکوٰۃ، سب قبول فرمائے! وہی حقدار ہے کہ اس سے دعا مانگی جائے اور وہی اسے قبول کرنے پرقادر ہے۔ **و آخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین.**

وصل اللّٰھم و بارک علی محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین.

و السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ.